

اس وقت چونکہ دوسرا نکتہ ہی ہمارے موضوع سے متعلق ہے اس لیے ہم صرف اسی کی بنیادی حکمت کا ذکر اور چند مثالیں بھی پیش کریں گے تاکہ اس بات کی کچھ وضاحت ہو جائے کہ اسلام میں وراثت کی تقسیم کس بنیاد پر ہے؟

۱۔ صاحب اولاد بیٹے کی رحلت کی صورت میں ماں (عورت) اور باپ (مرد) کو برابر برابر حصہ (یعنی ۱/۶ حصہ) ملتا ہے اور ماں کو عورت ہونے کی وجہ سے آدھا یا باپ کو مرد ہونے کے ناتے دو گنا حصہ نہیں ملتا۔

سورۂ نساء میں ارشاد ہے: ”تمھاری اولاد کے بارے میں اللہ تمہیں ہدایت کرتا ہے کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اگر (میت کی وراثت) دو سے زائد لڑکیاں ہوں تو انھیں ترکے کا دو تہائی دیا جائے۔ اور اگر ایک ہی لڑکی وارث ہو تو آدھا ترکہ اس کا ہے۔ اگر میت صاحب اولاد ہو تو اس کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملنا چاہیے۔ اور اگر وہ صاحب اولاد نہ ہو اور والدین ہی اس کے وارث ہوں تو ماں کو تیسرا حصہ دیا جائے۔ اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو ماں چھٹے حصے کی حق دار ہوگی۔ (یہ سب حصے اس وقت نکالے جائیں گے) جب کہ وصیت جو میت نے کی ہو پوری کر دی جائے اور قرض جو اس پر ہوا ادا کر دیا جائے۔ تم نہیں جانتے کہ تمھارے ماں باپ اور تمھاری اولاد میں سے کون بہ لحاظ نفع تم سے قریب تر ہے۔ یہ حصے اللہ نے مقرر کر دیے ہیں اور اللہ یقیناً سب حقیقتوں سے واقف اور ساری مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔“ (النساء: ۱۱)

اس آیت میں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ یہاں بنیادی اکائی (basic unit) عورت کے حصے کو بنایا گیا ہے اور مرد کو اس کا دو گنا دیا گیا ہے۔ گویا اہمیت اور زور عورت کے حصے پر ہے، جس کو بنیاد بنا کر باقی لوگوں کے حصوں کا حساب کیا جائے گا۔ یہ بات بذات خود عورت کی حیثیت کو بلند کرنے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ قانون اس معاشرے کے اندر بیان ہوا، جس میں عورت کی حیثیت بہت ہی کم تر تھی۔ جائیداد میں حصہ تو دور کی بات ہے، اسے تو صرف مرد کے تصرف کا ایک کھلونا سمجھا جاتا تھا اور وراثت میں حصہ صرف ان مردوں کو ملتا تھا جو صحت مند اور جنگ میں حصہ لینے کے قابل ہوتے تھے۔

۲۔ مردکی وفات کی صورت میں بیوی (عورت) کو ۸/۱ حصہ ملتا ہے چاہے اس کی جتنی بھی اولاد ہو مثلاً اگر ۱۰ بیٹے بھی ہوں تب بھی بیوی کو شوہر کے ترکے سے ۸/۱ حصے کی ادائیگی کے بعد باقی ورثہ اس کے بیٹوں (مردوں) میں برابر تقسیم ہوگا۔ گویا بیوی کا حصہ پہلے سے متعین ہے اور باقی جائیداد بیٹوں میں برابر تقسیم ہوگی۔ اس کی بنیاد یہ نہیں رکھی گئی کہ چون کہ وہ عورت ہے اس لیے اس کا حصہ بیٹوں کے مقابلے میں آدھا ہوگا بلکہ تمام دوسرے ورثاء سے پہلے اس کا حصہ مقرر کیا گیا ہے جو پوری جائیداد سے دیا جاتا ہے۔

۳۔ اگر میت کی ایک ہی بیٹی ہے اور باقی اولاد نہیں تو اس کو ترکے کا نصف حصہ ملے گا باقی میت کے بھائیوں، بہنوں اور دوسرے ورثاء میں تقسیم ہوگا۔ نزدیک ترین مرد ورثاء (اس صورت میں بھائی) کو بھی میت کی بیٹی کے مقابلے میں زیادہ حصہ نہیں ملتا۔

۴۔ ایسی صورت بھی ہو سکتی ہے جب عورت کو حصہ ملتا ہے مگر مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ مثلاً: جب وارث دو بیٹے، ایک بیٹی، نانا اور نانی ہوں تو نانی کو ۱/۶ حصہ ملتا ہے جب کہ نانا کو کچھ نہیں ملتا۔

۵۔ وراثت کی تقسیم اس وقت ہوتی ہے جب کفن، دفن، زکوٰۃ، قضا، روزوں کا کفارہ، قرض اور مہر وغیرہ سب مکمل طور پر ادا ہو جائیں۔ وراثت میں وہ چیز شامل نہ ہوگی جو میت نے کسی کو زندگی ہی میں بہہ (تحفہ) کی ہو اور وہ اس کی ملکیت میں سے نکل چکی ہو۔ یہ بات بھی یاد رہے کہ اگر والدین اپنی زندگی میں جائیداد کی تقسیم کرنا چاہیں تو (برخلاف وراثت کے اصول کے جو کہ مرنے کے بعد لاگو ہوتا ہے) وہ جائیداد بیٹوں اور بیٹیوں میں برابر برابر تقسیم کریں گے البتہ کسی بھی بیٹے یا بیٹی کو اپنی صواب دید کے مطابق خدمت کے صلے میں یا کسی اور جائز وجہ سے کم یا زیادہ حصہ دے سکتے ہیں۔ (اگرچہ شریعت کی نظر میں یہ عمل پسندیدہ نہیں)

یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کا وراثت میں حصہ اس کی جنس کو کم تر سمجھ کر مقرر نہیں کیا گیا بلکہ اس کی ایک اہم حکمت عورت اور مرد کے فرائض اور ذمہ داریوں کی تقسیم ہے۔

یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مرد کو صرف وراثت میں حصہ ملتا ہے اور عورت کو نہ صرف وراثت میں حصہ بلکہ حق مہر بھی ملتا ہے اور شوہر کی جائیداد اور مال و متاع میں بھی عورت کا حق ہے۔ عورت

اسلام عورت کو مختلف حیثیتوں سے وراثت میں حصہ دیتا ہے۔ اسلام کے قانون وراثت میں عورت بیوی ماں، بیٹی اور کئی دوسری حیثیتوں سے وراثت میں حصہ پاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نہ صرف عورت (بیوی) کی کمائی میں مرد (شوہر) کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ مکان خریدنے، گھر کا تمام خرچ ادا کرنے، بیوی اور بچوں کا نان نفقہ، بیوی اور بچوں کے کپڑوں، ان کی تعلیم، نوکروں کی تنخواہوں اور گھر کے دوسرے تمام اخراجات کا ذمہ دار بھی صرف مرد ہی ہے اور عورت پر ان میں سے کوئی بھی ذمہ داری عائد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ مطالبہ کرے تو گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے شوہر کو کوکر بھی رکھنا پڑے گا (بشرطیکہ وہ اخراجات اٹھا سکتا ہو)۔ حتیٰ کہ اگر عورت کسی وجہ سے اپنے میکے چلی جائے اور شوہر لینے نہ جائے تو وہاں بھی رہنے اور نان نفقہ کے اخراجات شوہر کو ہی ادا کرنا پڑتے ہیں۔ طلاق کی صورت میں بھی عدت کے ایام میں عورت کے اخراجات کی ذمہ داری اسلام شوہر پر ڈالتا ہے اور عدت ختم ہوتے ہی عورت کو دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے۔ بیوی کو باپ کے گھر لے جانا اور اس کے اخراجات برداشت کرنا بھی شوہر کے ذمے ہے۔ ان اخراجات کے علاوہ مختلف قسم کے معاشی اور معاشرتی امور کا سامنا کرنا، تقریبات، جنازے، شادیاں، صلح وغیرہ اور بے شمار دیگر امور سرانجام دینا بھی مرد کی ذمہ داری ہے اور ان سے متعلق تمام اخراجات بھی اسی کے ذمے ہیں۔

شادی سے پہلے یا بعد میں عورت کے مال اور کمائی پر قانونی حق صرف اسی کا ہے جب کہ مرد کے مال

اور کمائی میں خاندان کے کئی افراد کا نہ صرف حق ہے بلکہ مرد پر اس کی ادائیگی فرض ہے۔ عورت اگر بیٹی ہے تو معاشی ذمہ داری باپ کی بہن ہے تو بھائی کی دونوں میں سے کوئی نہیں تو قریب ترین مردوں (مثلاً چچا وغیرہ) کی ماں ہے تو بیٹوں کی اور بیوی ہے تو شوہر کی۔

ذمہ داریوں کی اس تقسیم کو جاننے کے بعد ایک معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ وراثت میں عورت کے مقابلے میں مرد کا حصہ کیوں زیادہ رکھا گیا ہے؟

اسلام جس طرح عورت پر مالی ذمہ داریوں ڈالے بغیر اس کے لیے آمدنی کے اتنے راستے کھولتا ہے اور اس کے سرمایے کے تحفظ کے لیے اتنے اقدامات تجویز کرتا ہے، کیا دنیا کے کسی نظام میں بھی ایسی کوئی مثال ہے؟

اگر کوئی فرد بغیر کسی تعصب کے دل کی نگاہ سے اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کرے تو وہ بلا تردد اس بات کو مان لے گا کہ اسلام کے اس قانون پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگر وہ مردوں اور عورتوں کی معاشی معاشرتی اور دوسری ذمہ داریوں اور پوری صورت حال کو سامنے رکھے تو اسے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ آ جائے گی کہ اسلام میں وراثت کی تقسیم جنس کی بنیاد پر نہیں بلکہ مخصوص ذمہ داریوں کی وجہ سے انتظامی بنیاد پر ہے۔ اور وراثت کی یہ تقسیم عین عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ اسلام نے عورت پر کتنا احسان کیا ہے اور اس کو کتنی اہمیت دی ہے کہ اس پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی مگر پھر بھی اس کے لیے نہ صرف وراثت میں حصہ مقرر کیا، بلکہ اس کے لیے سرمایے کے حصول اور اس کے تحفظ کے کئی ذرائع متعین کیے اور اسے اپنے اس محفوظ سرمایے کے استعمال میں کلی طور پر خود مختار بھی بنادیا، حتیٰ کہ اس کے شوہر پر بھی یہ پابندی لگادی کہ وہ بیوی کی اجازت کے بغیر اس کا سرمایہ استعمال نہیں کر سکتا، جب کہ بیوی ضرورت کے مطابق شوہر کے مال سے خرچ کرنے کی مجاز ہے۔ اس کے باوجود اگر وراثت میں عورت کے حصے پر اعتراض اٹھایا جائے اور اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے..... کیا یہ منی برانصاف ہوگا؟ (بشکریہ ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن)